حقوق انسانی کا منشور اور پاکستان کا آئین دونوں ہر شخص کے اس حق کو تسلیم کرتے ہیں کہ وہ اپنے مذہب اور عقیدہ کا خود اعلان کرے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۱؍جون ۱۹۷۴ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہد وتعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

پچھلے چند دن بڑی شدید گرمی پڑی اور آج گو موسم نسبتاً بہتر ہے لیکن دوست جانتے ہیں کہ گرمی مجھے تکلیف دیتی ہے اور بیمار کر دیتی ہے دوست دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ گرمی سے کہہ دے کہ وہ مجھے تکلیف نہ دیا کرے یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ مجھے ایسی خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے جو اس کے نزدیک مقبول ہو اور سبھی احبابِ جماعت کی پریشانیاں اور ابتلاء جلد تر دور ہو جائیں۔ اس وقت میں اختصار کے ساتھ بیان کرنے کی کوشش تو کروں گا مگر کہہ نہیں سکتا کہ اس میں کامیاب ہوں گا یا نہیں۔

پہلی بات یہ بتانا چاہتا ہوں کہ قرآن کریم نے بڑی وضاحت سے یہ تعلیم دی ہے اور بڑی تاکید سے ہمارے سامنے یہ مسئلہ رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ ظلم کو اور ظالم کو پسند نہیں کرتا اور نہ رضا اور محبت کا تعلق ظالموں سے رکھتا ہے۔ فرمایا وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ (آل عمران:۱۶۱)۔ قرآن کریم نے کئی جگہ بعض دوسری باتوں کے ذکر میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے پیار نہیں کر سکتا مثلاً مُعْتَدِيْن (حد سے بڑھنے والوں) سے پیار نہیں کرتا۔ قرآن کریم نے کئی جگہ یہ کہا ہے کہ یہ یہ صفات ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پیاری ہیں مثلاً کہا خدا تعالیٰ متوکلین سے پیار کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ صبر کرنے والوں سے پیار کرتا ہے یا مثلاً یہ کہا کہ خدا تعالیٰ متقیوں سے پیار کرتا ہے۔

میں اس وقت ظلم کے متعلق یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ تو فرمایا کہ وہ ظالم سے پیار نہیں کرتا مگر یہ نہیں فرمایا کہ اس کے پیار کے حصول کے لئے محض مظلوم بن جانا کافی ہے بلکہ جو شخص مظلوم بھی ہے اور اس کے اندر دوسری صفات بھی (جو اللہ کو پیاری ہیں) پائی جاتی ہیں مثلاً وہ متقی ہے، وہ صابر ہے، وہ متوکل ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربانیاں دینے والا ہے وہ آزمائشوں اور امتحانوں اور ابتلاؤں کے وقت ثباتِ قدم دکھاتا ہے اور وفا کی راہوں کو نہیں چھوڑتا۔ وہ خدا تعالیٰ کے دامن کو مضبوطی سے پکڑتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے دامن پر اس کی گرفت کبھی ڈھیلی نہیں پڑتی اللہ اس سے پیار کرتا ہے۔

پس قرآن کریم کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ ظالموں سے بہرحال پیار نہیں کرتا اور قرآن کریم یہ بھی کہتا ہے کہ ایسے مظلوم حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اس وقت تک ہوتے چلے آئے ہیں جنہوں نے اپنی زندگیوں کو اس رنگ میں ڈھالا کہ خدا تعالیٰ نے ان سے پیار کیا۔ پھر قرآن کریم یہ بھی کہتا ہے کہ تمہیں آزمایا جائے گا تمہارے لئے خوف کے آثار، خوف کے حالات پیدا کئے جائیں گے اور تمہارا بائیکاٹ کیا جائے گا۔ ایسی تدابیر کی جائیں گی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہونے والوں، اللہ تعالیٰ کے نام کو بلند کرنے والوں، اللہ تعالیٰ کے پیار کے حصول کے لئے اسلام، قرآن عظیم اور حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرنے والوں کی آزمائش کی جائے گی اور ایسی تدابیر کی جائیں گی کہ ان کو کھانے پینے کو کچھ نہ ملے۔

پچھلے دنوں جو حالات گزرے ہیں وہ بڑے تکلیف دہ ہیں مگر اب یہ بھی رپورٹیں آرہی ہیں کہ جہاں دیکھا کہ کمزور اور تعداد میں کم احمدی ہیں تو کہا ان کا بائیکاٹ کردو، ان کو کھانے کو کچھ نہ دو، ان کو پانی نہ لینے دو (دکانوں سے سودا سلف خریدنے اور ماشکیوں کو پانی سے منع کردیا گیا وغیرہ) ہمیں اس لئے گھبراہٹ نہیں کہ جُوْع (بھوک) کے سامان پیدا کئے گئے ہیں اس کی خبر تو قرآن عظیم نے ہمیں پہلے سے دی ہوئی ہے جو گھبراہٹ ہے اس کا میں آگے ذکر کروں گا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ (البقرة:۱۵۶) مال کے نقصان سے تمہارا امتحان لیا جائے گا اور تمہیں جانوں کی قربانی بھی دینی پڑے گی۔ پھر اس کے

ساتھ ہی فرمایا دنیا کی حسنات کے حصول کے لئے تمہاری جو کوشش ہوگی اور اس کے عام حالات میں جو نتائج نکلنے چاہئیں یا کوشش کا ثمرہ ملنا چاہیئے اس سے تم محروم کئے جاؤ گے گویا تمہاری کوشش کے ثمرہ یا نتیجہ سے تمہیں محروم کر دینے کی صورت میں بھی تمہاری آزمائش کی جائے گی۔

اس وقت باہر سے جو اطلاعات آرہی ہیں ان سے یہ پتہ لگتا ہے کہ ہمارے بھائیوں کی جُوع (بھوک) کے امتحان میں ڈالنے کی طرف زیادہ توجہ ہے۔ یہ کوشش کی جارہی ہے کہ احمدیوں کو کھانے کو نہ ملے، پینے کو نہ ملے۔ جب میرے پاس باہر سے ایسی رپورٹیں آتی ہیں تو میں سوچ میں پڑ جاتا ہوں اور اپنے ملنے والوں کو بھی یہ سمجھاتا ہوں کہ دیکھو ہمارے پیارے اور محبوب آقا حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکی زندگی میں بعض تاریخوں کے مطابق اڑھائی سال تک اور بعض کے مطابق تین سال تک شعب ابی طالب میں محصور کیا گیا اور اس وقت جتنے بھی مسلمان تھے وہ بھی آپ کے ساتھ تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب کی آزمائش کی گئی۔ ان کا امتحان لیا گیا اور اڑھائی سال تک یہ کوشش کی گئی کہ نہ ان کو کھانے کے لئے کچھ ملے اور پینے کے لئے۔ گو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے یہ انتظام تو کیا کہ کھانے کو اتنا ملتا رہے کہ وہ زندہ رہ سکیں لیکن اللہ تعالیٰ نے چونکہ ان کا امتحان لینا تھا اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں ان کے صدق و وفا کا دنیا میں اعلان ہونا تھا اور اس نشانِ عظیم کو قیامت تک کے لئے قائم رکھنا تھا اس لئے باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو سب کچھ دے سکتا تھا کیونکہ دنیا میں حکم اسی کا چلتا ہے اور دنیا کی سب طاقتیں اسی کے ہاتھ میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے سامان پیدا کر سکتا تھا کہ اس قید کے زمانہ میں بھی مسلمانوں کو معمول کے مطابق کھانا ملتا رہے مگر ایسا نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اتنا ہی دیا جس سے ان کی زندگی قائم رہ سکے۔ اس کے لئے مادی ذرائع کی بھی ضرورت نہیں تھی۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ صحابہؓ سے فرمایا ایک کے بعد دوسرے دن لگاتار روزے نہ رکھا کرو صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ تو اسی طرح روزے رکھتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا مجھے تو خدا کھلاتا پلاتا رہتا ہے اس معاملہ میں تم مجھے اسوہ نہ بناؤ بلکہ ظاہری تدابیر اور مادی دنیا کے جو قوانین ہیں ان میں مجھے اپنا اسوہ بناؤ۔ میرے کچھ ایسے مقام بھی ہیں جو میرے ساتھ خاص ہیں مثلاً خود ختم نبوت کا

مقام ایک ایسا مخصوص مقام ہے جو دنیا کے کسی دوسرے انسان سے تعلق نہیں رکھتا۔ اس کا تعلق صرف اس پیاری اور حسین ترین ہستی سے ہے جسے دنیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے یاد کرتی ہے۔

بہرحال میں سوچتا بھی ہوں اور دوستوں کو اس طرف توجہ بھی دلاتا ہوں کہ دیکھو اگر تین سال نہیں تو کم ازکم اڑھائی سال تک تو ضرور لگاتار بغیر کسی وقفہ کے اس وقت کے منکرین اور مخالفین نے یہ کوشش کی تھی کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور سارے مسلمانوں کو قید کر دیا جائے یہاں تک کہ ان کو کھانے کو نہ ملے اور ان کو پینے کو نہ ملے۔ ایک بزرگ صحابیؓ نے بعد میں جب کہ ساری دنیا کے اموال مسلمانوں کے قدموں میں لاکر ڈال دیئے گئے تھے، ایک دفعہ ذکر کیا کہ میں شعب ابی طالب میں قید کے زمانے میں رات کے اندھیرے میں کہیں جارہا تھا کہ میرے پاؤں کے نیچے ایک چیز آئی جسے میں نرم محسوس کیا۔ وہ کہتے ہیں میں نیچے جھکا اور اسے اٹھا کر کھالیا مگر آج تک پتہ نہیں کہ وہ تھی کیا چیز۔ گویا اس قدر بھوک کی شدت تھی۔ مکی زندگی قریباً ساری ہی تکالیف کی زندگی تھی اسلئے ہمارے دل میں حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا پیار ہے اور یقیناً ہے تو پھر آپؐ نے تو خدا کی راہ میں دس سال تک تکالیف برداشت کیں اس محبت کا یہ تقاضا ہے کہ ہم دس نہیں بلکہ دسیوں سال تک بھی اگر خدا ہمیں آزمائے تو ہم اس پیار کے نتیجہ میں دنیا پر یہ ثابت کر دیں کہ جو لوگ خدا تعالیٰ کی معرفت رکھتے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پیار کرتے ہیں جُوع (بھوک) کی حالت ان کی وفا کو کمزور نہیں کرتی وہ اسی طرح عشق میں مست رہتے ہیں جس طرح پیٹ بھر کر کھانے والا شخص مست ہوتا ہے۔ وہ مست رہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے عشق میں اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیار میں۔

پس ہر احمدی کو چاہیئے کہ وہ مظلومانہ زندگی کو بشاشت کے ساتھ قبول کرے۔ اگر وہ مظلومانہ زندگی کو بشاشت کے ساتھ قبول کرے گا تو اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں وہ انہی انعامات کا مستحق ہوگا جن کے مستحق وہ لوگ ہوتے رہے ہیں جو خدا تعالیٰ کی راہ میں اس قسم کی تکالیف کو بشاشت کے ساتھ قبول کرتے تھے۔ اسلامی تاریخ اس قسم کی مثالوں سے بھری پڑی ہے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ جو جوتیوں کے نیچے مسلی ہوئی نرم چیز کو بغیر دیکھے کھا جاتے تھے خدا تعالیٰ نے دنیا کی دولتیں ان کے قدموں میں ڈال دیں اور جیسا کہ میں نے پہلے بھی ایک خطبہ میں ذکر کیا تھا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے اے خدا! جو شخص تیرا ہو جائے تو اسے دو جہان بخش دیتا ہے لیکن جو تیرا ہو گیا وہ ہر دو جہان لے کر کیا کرے گا۔ اس کے لئے تو کافی ہے۔ غرض پہلی بات جو میں کہنا چاہتا ہوں وہ یہی ہے کہ تم مظلومانہ زندگی کو بشاشت کے ساتھ قبول کرو تا تم اللہ تعالیٰ کی بے انتہا نعمتوں کے وارث بنو (انشاء اللہ تعالیٰ)

دوسری بات یہ ہے کہ کل کے اخبارات میں ایک خبر چھپی تھی کہ سرحد کی صوبائی اسمبلی نے متفقہ طور پر وفاقی حکومت سے یہ سفارش کی ہے کہ جماعت احمدیہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا جائے۔ اس کے متعلق میں ایک دو باتیں کہنا چاہتا ہوں۔ اس سلسلہ میں پہلی بات تو میں یہ کہوں گا کہ ہمارے حقوق کی حفاظت کرنا حکومت کا اسی طرح فرض ہے جس طرح کسی دوسرے پاکستانی شہری کے حقوق کی حفاظت کرنا ان کا فرض ہے اور اس حکومت کے لئے ہم دعائیں کرتے آئے ہیں، اب بھی کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے کہ اللہ تعالیٰ ان کو فراست عطا فرمائے اور ان سے کوئی ایسا فعل سرزد نہ ہو جس سے دنیا کے لوگوں کی نگاہ میں ان کے لئے ذلت کے سامان پیدا ہو جائیں۔

جہاں تک اقلیت کے سلسلہ میں علمائے ظاہر کے فتاوٰی کا تعلق ہے وہ تو ساری دنیا کے علمائے ظاہر اور ہر فرقہ سے تعلق رکھنے والے علمائے ظاہر جو ہمارے ساتھ اتفاق نہیں رکھتے وہ ہمارے خلاف کفر کے فتوے دیتے چلے آئے ہیں۔ ساری دنیا کے علمائے ظاہر کے فتاویٰ کفر کے بعد حکومت پر یہ زور دینے کی ضرورت کیوں پیش آئی کہ حکومت احمدیہ فرقہ کے مسلمانوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے۔ یہ سوچنے کی بات ہے۔ میں نے بھی سوچا آپ نے بھی سوچا ہوگا اور پاکستان کی ۹۹ فیصد شریف اکثریت نے سوچا ہوگا کہ یہ کیا قصہ ہے کہ ساری دنیا کے مولویوں نے اعلان کئے اور جماعت احمدیہ پر کفر کے فتوے لگائے لیکن ساری دنیا کے مولویوں کے فتووں کے بعد بھی احمدی کافر نہیں بنے اس لئے اب حکومت پر زور دیا جارہا ہے کہ وہ جماعت احمدیہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دے۔ دراصل یہ اعلان ہے ساری دنیا کے علمائے ظاہر کا کہ

ہم تو احمدیوں کو کافر کہہ کہہ کر تھک گئے مگر ہم سے یہ کافر نہیں بنتے اب حکومت کچھ کرے تا کہ ہمارے دل خوش ہوں۔ گویا ساری دنیا کے علماء کی کوششوں کی ناکامی کے مقابلے میں حکومت کچھ کرے تا کہ مولویوں کے دلوں میں ٹھنڈ پڑے۔ پس دنیا کے علمائے ظاہر کی طرف سے یہ اعلان درحقیقت اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے سارے فتوے ناکام ہوگئے ہیں۔

میں آپ کو ایک واقعہ بتاتا ہوں ۱۸/۱۹ سال کی بات ہے حکومت پنجاب کے ایک سیکرٹری جو ہمارے ساتھ آکسفورڈ میں پڑھا کرتے تھے، ایک دن مجھے کہنے لگے کہ علماء میرے پاس آرہے ہیں اور وہ مجھ پر دباؤ ڈال رہے ہیں کہ حکومت ایک تو جماعت احمدیہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دے اور دوسرے یہ قانون بنایا جائے کہ کوئی شخص آئندہ احمدی نہیں بنے گا۔ میں نے انہیں جواب دیا کہ جہاں تک دوسری بات کا تعلق ہے یہ قانون بنانے سے پہلے کہ آئندہ کوئی شخص جماعت احمدیہ میں داخل نہیں ہوگا آپ کو ایک اور قانون بنانا پڑے گا کہنے لگے وہ کیا؟ میں نے کہا کہ آپ کو پہلے یہ قانون بنانا پڑے گا کہ ہم پاکستان میں ’’منافقین‘‘ کا ایک ایسا گروہ پیدا کرنا چاہتے ہیں جو دل سے احمدی ہوں اور زبان سے اس کا انکار کریں کیونکہ دنیا کی کوئی مادی طاقت دل کا عقیدہ نہیں بدل سکتی۔ کسی کے زبان سے اظہار پر آپ پابندی لگا سکتے ہیں اس کے دل کے عقیدہ پر نہیں لگا سکتے۔ اگر اس قسم کا قانون بنا دیا گیا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہزاروں لاکھوں آدمی دل سے تو احمدی ہوتے چلے جائیں گے لیکن زبان سے کہیں گے کہ وہ احمدی نہیں ہیں۔ اس لئے پہلے یہ قانون بناؤ کہ ہم اس قسم کے ’’منافقوں‘‘ کی ایک جماعت پیدا کرنا چاہتے ہیں جو دل سے احمدی ہوں گے لیکن زبان سے انکار کر رہے ہوں گے۔

باقی رہی پہلی بات یعنی احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی تو انہوں نے مجھے یہ بھی بتایا تھا کہ یہ مولوی لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کے سارے فتووں کے باوجود عوام کی بہت بھاری اکثریت پھر بھی ان کو مسلمان سمجھتی ہے۔ گویا انہوں نے خود اعتراف کیا کہ ان کے فتوے غیر مؤثر ثابت ہوئے۔ چنانچہ میں نے ان سے کہا کہ اگر ساری دنیا کے علماء کے فتووں کے باوجود پاکستان کی بھاری اکثریت احمدیوں کو مسلمان سمجھتی ہے تو پھر جو آپ قانون بنائیں گے اور ایک اور فتویٰ صادر کریں گے اس کی ایک فتوے سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں ہوگی۔

ماضی کے بے شمار فتاویٰ پر ایک فتویٰ اور زائد ہو جانے سے مسلمانوں کی بھاری اکثریت ہمیں غیر مسلم کیسے سمجھنے لگ جائے گی۔ ہم نمازیں پڑھ رہے ہوں گے ایک مسلمان کی طرح ہمارے گھروں سے قرآن مجید کی تلاوت کی آوازیں باہر پہنچ رہی ہوں گی اور وہ سن رہے ہوں گے اور ہماری زندگیوں میں وہ اس کوشش کو دیکھ رہے ہوں گے کہ اسلام کے مطابق انہیں ڈھالا جائے، دنیا میں ”تبلیغ اسلام کے کارنامے“ ان کے کانوں میں پڑیں گے تو وہ تمہارے ایک اور فتویٰ کی زیادتی سے ہمیں کافر کیسے سمجھنے لگ جائیں گے۔ اس پر وہ سوچ میں پڑ گئے اور کہنے لگے بات تو ٹھیک کہتے ہو۔

پس ساری دنیا کے علمائے ظاہر جو ہمیں کافر قرار دے چکے ہیں، ان کو یہ فکر کیوں لاحق ہوئی کہ ساری دنیا ہمیں اب بھی مسلمان سمجھتی ہے یا تو وہ یہ اعلان کریں کہ ہمارے سارے فتوے غیر مؤثر اور ناکام ہیں اور ہم یہ اعلان کریں گے کہ حکومت کا کوئی فتویٰ قانونی حیثیت نہیں رکھتا دنیا کا جو قانون ہے اور ہمارے ملک کا جو دستور ہے وہ تو اس قسم کے مسئلہ پر غور کرنے سے بھی منع کرتا ہے۔ ملکی قانون اس کی اجازت نہیں دیتا، بین الاقوامی قانون اس کی اجازت نہیں دیتا۔

بہر حال ایک تو یہ لوگ اس وجہ سے یہ کہہ رہے ہیں کہ حکومت قانون بنائے کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے فتاویٰ ناکام ہو گئے ہیں، ان کا کوئی اثر پیدا نہیں ہوا۔ دنیا احمدیوں کو اب بھی مسلمان سمجھتی ہے۔ دوسری وجہ میرے نزدیک یہ ہے کہ اگر حکومت کا فتویٰ نہ ہو اور صرف علمائے ظاہر کا فتویٰ ہو تو جیسا کہ جسٹس منیر نے اپنی رپورٹ میں لکھا ہے کہ ان فتاویٰ کو دیکھ کر تو ہر فرقہ کافر ٹھہرتا ہے مثلاً ہمارے وہ بھائی جن کو لوگ وہابی کہتے ہیں یعنی امام محمد بن عبدالوہابؒ کے متبعین (بعد میں آنیوالوں نے ان کی تعلیم کی پرواہ نہیں کی اور ان کی تعلیم کے مطابق بدعات سے پاک معاشرہ قائم نہیں کیا) بہر حال جو لوگ امام محمد بن عبدالوہابؒ کی اتباع کرنے والے ہیں اور ان سے منسلک ہیں، ان کے متعلق دوسرے تمام فرقوں کے علماء نے کفر کا فتویٰ دیا۔

پھر شیعہ ہیں۔ ان کی حکومتیں بھی ہیں ان کے اپنے عقائد ہیں بعض تفاصیل میں وہ

دوسرے مسلمانوں سے بڑے مختلف ہیں۔ ان کی نماز میں بھی سنیوں کی نماز سے اختلاف ہے۔ پھر سنیوں میں آگے مالکی ہیں۔ بعض دفعہ وہ افریقہ میں ہمارے ساتھ یہ بحث کرتے ہیں کہ تم کہاں سے مسلمان ہو گئے۔ تم تو سینے پر ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے ہو۔ چنانچہ ان میں سے کئی دوست جن کو حج کرنے کی توفیق ملی اور انہوں نے مکہ معظّمہ کے علماء اور مقتدیوں کو ہاتھ باندھے ہوئے نماز پڑھتے دیکھا تو وہ سمجھ گئے کہ انہوں نے ایک غلط مسئلہ بنا کر بحث چھیڑ رکھی تھی پھر جب وہ حج کر کے واپس گئے تو احمدی ہو گئے۔ اگر کسی دماغ نے یہ سوچا ہو کہ احمدیت کو پھیلنے سے روکا جائے تو پھر اس کے لئے احمدیوں کو حج سے روکنے میں اتنا فائدہ نہیں جتنا افریقن ممالک کے غیر احمدیوں کو حج سے روکنے کا فائدہ ہے کیونکہ ان فروعی مسائل میں سے بعض (مثلاً ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا وغیرہ) وہاں جا کر خود بخود حل ہو جاتے ہیں اور اس طرح لوگ احمدی ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح اہل حدیث کو لے لیں اور ان کو علماء ظاہر کے مختلف فرقوں سے علیحدہ کر لیں اور باقیوں کے فتاویٰ کو دیکھیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اہل حدیث غیر مسلم اقلیت ہیں۔ محمد بن عبدالوہابؒ سے تعلق رکھنے والے یعنی وہابی غیر مسلم اقلیت ہیں۔ یہ میں وہی کچھ بتا رہا ہوں جو جسٹس منیر نے اپنی رپورٹ میں لکھا ہے اور میں سمجھتا ہوں انہوں نے ٹھیک لکھا ہے کہ پھر مسلمان تمہیں کہاں نظر آئے گا پس چونکہ محض علماء کے فتاویٰ پر انحصار کر کے کوئی فرقہ بھی مسلمان نہیں رہتا تھا اور یہ ان علماء کیلئے بڑی مصیبت بنی ہوئی تھی اس لئے انہوں نے سوچا کہ ایک فتویٰ ایسا ہو جائے جو صرف ایک فرقہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دے اور پھر ہم شور مچا کر دوسروں کو یہ بات بُھلا دیں گے کہ سارے فتاویٰ کا اثر امت مسلمہ پر کیا پڑا ہے۔ یہ ایک دوسری وجہ ہے علماء کے اس بات پر زور دینے کی کہ حکومت کو چاہیئے کہ وہ فتویٰ دے دے۔

تیسرے وہ حکومت کو اس لئے مفتی بن کر بیچ میں آنے کے لئے کہتے ہیں کہ اگر ان کے فتاویٰ کفر کو دیکھا جائے تو ان فتاویٰ میں قرار نہیں ہے کچھ عرصہ پہلے ہمارے محترم شاہ فیصل اور ان کے خاندان اور ان کے ہم عقیدہ لوگوں کو کم از کم بارہ سال تک حج سے روکا گیا اور ان کے بعض ہم خیال یا ملتے جلتے خیالات رکھنے والے لوگ جو ہندوستان سے حجاز چلے گئے تھے ان سب پر اس وقت کی حکومت نے بڑی سختیاں شروع کر دیں جس پر انگریزوں کو دخل دے کر ان

کی جانیں بچانی پڑیں لیکن پھر بھی چوٹی کے بعض علماء جو ہندوستان سے وہاں گئے تھے ان کو ۳۹-۳۹ کوڑوں کی سزا دی گئی اور باقیوں کو انگریزی حکومت کے دباؤ پر زبردستی ہندوستان واپس بھیج دیا گیا اور اب ان کی وہاں حکومت ہے اور موجودہ علماء کے فتوے اس سے مختلف ہیں جو پہلے دیئے گئے تھے۔ حکومتیں بدل جانے کی وجہ سے اور حالات میں تبدیلی آجانے کے نتیجہ میں علمائے ظاہر کے وہ فتاویٰ جو چودہ سو سال سے کفر کے متعلق دیئے جاتے رہے ہیں ان میں تبدیلیاں ہوتی رہی ہیں اور کوئی عقلمند انسان صرف اسی نقطہ نگاہ سے دیکھے تو وہ اس نتیجہ پر پہنچے بغیر نہیں رہ سکتا کہ علماء کے فتاویٰ قابل قبول نہیں کیونکہ آج ایک فتویٰ دیا دس دن کے بعد دوسرا فتویٰ دے دیا۔ آج ایک فتویٰ دیا بارہ سال کے بعد ایک دوسرا فتویٰ دیدیا۔ حرمین شریفین کا ہمارے دل میں احترام کا یہ حال ہے کہ ہم سمجھتے ہیں کہ دنیا کی ساری آبادیاں ان مٹی کے ذروں پر قربان ہونے کے قابل ہیں جن پر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پاؤں پڑا تھا لیکن مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کا احترام اپنی جگہ اور ان علمائے ظاہر کا احترام اپنی جگہ جنہوں نے ایک وقت میں محمد بن عبدالوہابؒ اور ان کے متبعین پر کفر کا فتویٰ لگایا اور بڑا سخت فتویٰ لگایا اور دوسرے وقت میں ان کے مسلمان ہونے اور کسی دوسرے کے کافر ہونے کا فتویٰ لگا دیا اور یہ دونوں فتوے ہمارے کتب میں حرمین شریفین کے فتاویٰ کے نام سے مشہور ہو چکے ہیں۔

بہر حال چونکہ ان کے اپنے فتووں کو قرار نہیں اس لئے دنیا جو دنیوی لحاظ سے کافی حد تک صاحبِ فراست بن چکی ہے گو دین کا علم اس کو حاصل نہیں۔ اس کا ایک زبردست اعتراض ان علماء کے فتاویٰ پر یہ ہے کہ آج تم ایک فتویٰ دیتے ہو پھر پچاس سال کے بعد دوسرا اور متضاد فتویٰ دے دیتے ہو مثلاً ایک وقت میں سید عبدالقادر جیلانیؒ پر علماء نے یہ کہہ کر کفر کا فتویٰ لگایا کہ آپ قرآن کریم کی تفسیر کرتے ہوئے وہ باتیں کرتے ہیں جو آپ سے پہلے علماء اور بزرگوں نے نہیں کیں اور پھر پچاس یا سو سال کے بعد پیدا ہونے والے جو بزرگ تھے ان پر یہ کہہ کر فتویٰ لگا دیا کہ آپ جو باتیں کرتے ہیں وہ سید عبدالقادر جیلانیؒ سے مختلف ہیں۔ پہلے ان پر فتویٰ لگایا کہ تم پہلے بزرگوں سے مختلف باتیں کرتے ہو۔ پھر بعد میں آنے والے بزرگ اولیاء پر فتویٰ لگایا کہ تم سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسلام کی

جوتفسیر دنیا کو بتائی تھی اس سے مختلف تفسیر بتا رہے ہو۔

بہرحال علماء اب یہ چاہتے ہیں کہ کوئی ایسا فتویٰ ہو یعنی حکومت کا فتویٰ ہو جس میں یہ اختلاف نہ ہو کہ صبح کچھ اور شام کو کچھ کہہ دیا جائے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حکومت کیوں فتویٰ دے؟ حکومت کو نہ انسانی عقل، نہ انسانی شرافت، نہ انسانی فطرت اور نہ وہ مذاہب جو کسی وقت خدا کی طرف سے زمین پر نازل ہوئے اس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ وہ لوگوں کے دلوں پر حکم لگائے۔

ایک جنگ کے موقع پر ایک شخص جو اسلام کے خلاف لڑ رہا تھا جب ایک مسلمان کی تلوار اس کے سر پر کوندی تو اس نے کہا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ مگر اس مسلمان نے اسے یہ کہتے ہوئے قتل کر دیا کہ تم جان کے خوف سے اسلام لائے ہو۔ جب حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کا علم ہوا آپ اس صحابی سے سخت ناراض ہوئے اور اس سے فرمایا کہ کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا۔ آپ نے فرمایا خدا جب یہ پوچھے گا کہ اس نے جب کلمہ پڑھا تو تم نے کس اصول اور کس عقیدہ اور کس تعلیم کے مطابق اس کی گردن کاٹی تو بتاؤ تم خدا کو کیا جواب دو گے؟

پس دنیا کا کوئی مذہب کسی حکومت کو یہ اجازت نہیں دیتا کہ اگر کوئی شخص یا کوئی جماعت یہ کہے کہ وہ مسلمان ہے تو حکومت یہ کہے کہ نہیں تم مسلمان نہیں ہو۔ یہ تو اتنی موٹی اور بڑی واضح بات ہے کہ وہ لوگ بھی جو خدا کی ہستی کا انکار کرتے ہیں، حیات انسانی کی اس صداقت کا اقرار کئے بغیر نہیں رہ سکے۔

ہماری دنیا میں اس وقت کچھ تو غیر جانبدار قسم کے ملک ہیں لیکن جو طاقتور اور دولت مند دنیا ہے وہ دو حصوں میں منقسم ہے۔ ایک کو دائیں دنیا یعنی Rightist کہتے ہیں اور دوسری کو بائیں دنیا یعنی Leftist کہتے ہیں۔ چنانچہ Rightist بھی اس صداقت کو تسلیم کرتے ہیں اور Leftist بھی اسے تسلیم کرتے ہیں۔ چیئر مین ماؤزے تنگ ایک بہت بڑے ملک کے ایک عظیم رہنما ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں فراست دی ہے اور جہاں تک میں نے پڑھا ہے میں سمجھتا ہوں انہوں نے انسانیت کی بڑی خدمت کی ہے لیکن وہ خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایمان نہیں رکھتے

البتہ اخلاقی قدروں پر ایمان رکھتے ہیں۔ انہوں نے بڑے زور سے لکھا ہے کہ ہمارے تعلیمی اداروں میں پڑھے ہوئے نوجوان پوری طرح با اخلاق ہونے چاہئیں اور انہی اخلاق کا نام لیا ہے جو اسلام نے ہمیں بتائے ہیں۔ وہ خدا کو نہیں مانتے لیکن یہ اخلاق تعلیم دیتے ہیں کہ دیکھو! کبھی کبر اور غرور تم میں پیدا نہ ہو۔ ان کا یہ فقرہ جو دراصل اسلام کا فقرہ ہے اور اسلام کی تفسیر کرنے والے حضرت مہدی علیہ السلام کا فقرہ ہے، فرشتوں نے چیئر مین ماؤ کو سکھا دیا ہوگا۔ چنانچہ انہوں نے اسی ضمن میں یہ بھی کہا ہے ''تمہارے سر ہمیشہ زمین کی طرف جھکے رہیں'' یہ چیئر مین ماؤزے تنگ کے الفاظ ہیں۔ ان کی ایک کتاب ہے جس کا انگریزی میں ترجمہ کیا گیا ہے جو چیئر مین ماؤ کی تصانیف اور مضامین میں سے بعض لمبے لمبے اقتباسات پر مشتمل ہے۔ وہ ایک جگہ لکھتے ہیں:-

"Our Constitution lays it down that citizens of the People's Republic of China enjoy freedom of speech, of the press, assembly, association, procession, demonstration, religious belief."

کہ ہمارا آئین مذہبی آزادی کی ضمانت دیتا ہے۔

پھر وہ لکھتے ہیں:-

"We cannot abolish religion by adminstative decree or force people not to believe in it."

ان کا فلسفہ یہ ہے کہ انسان کے لئے یہ ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ مذہب دل کا معاملہ ہے اور جیسا کہ میں نے بتایا تھا جو ظاہری اور مادی طاقت ہے وہ دل کو تبدیل نہیں کر سکتی زبان کو تو مجبور کر سکتی ہے مگر دل کو مجبور نہیں کر سکتی۔ اس حقیقت کو انہوں نے سمجھا اور ان الفاظ میں اس کا اظہار کیا کہ ہم مذہب کو انتظامی قوانین کے ذریعہ مٹا نہیں سکتے اور ہم کسی شخص کو مادی طاقت کے ذریعہ مجبور نہیں کر سکتے کہ وہ اس عقیدہ پر ایمان نہ رکھے جو اس کا عقیدہ ہے۔

پس ایک دہریہ بھی یہ جانتا ہے اور دہریہ بھی وہ جس کے متعلق میں نے بتایا ہے کہ وہ

اپنی قوم کے لئے ایک عظیم انسان ہے۔ اس نے بڑی خدمت کی ہے وہاں کے مظلوموں کی اور ان کو استحصال سے بچایا ہے اور دنیوی حسنات کے سامان ان کیلئے پیدا کئے ہیں اور بڑی ذہانت اور عقلمندی سے پیدا کئے ہیں۔ ان لوگوں کا وہ محبوب لیڈر ہے اور ہم سب کے دل میں بھی اس کا احترام ہے کیونکہ اس نے نوعِ انسانی کی خدمت کی ہے۔ اگر چہ وہ مذہب اور خدا پر ایمان نہیں رکھتا لیکن انسان کا وہ خادم ہے۔ وہ ہے تو دہریہ مگر وہ اخلاق پر زور دے رہا ہے اور اس حقیقت کو وہ پا گیا کہ کوئی دنیوی طاقت خواہ وہ چین جیسی بڑی طاقت ہی کیوں نہ ہو۔ پاکستان تو چین جیسی بڑی طاقت نہیں ہے۔ خواہ وہ چین جیسی بڑی طاقت ہی کیوں نہ ہو کوئی دنیوی طاقت قانون بنا کر اور انتظامیہ کے احکام کے ذریعہ کسی شخص کو بھی اس بات پر مجبور نہیں کر سکتی کہ وہ اس عقیدہ کو چھوڑ دے جو اس کا اپنا عقیدہ ہے۔ وہ کہتے ہیں کوئی طاقت ایسا کر ہی نہیں سکتی۔ یہ ناممکن بات ہے۔ پس پاکستانی حکومت کے لئے یہ بات کیسے ممکن ہو جائے گی۔ یہ نامعقول بات ہے۔ اس میں ان کو الجھنا نہیں چاہیئے۔ کیا کہے گا چین؟ اور کیا کہے گا روس؟ اور کیا کہے گا امریکہ؟ اور کیا کہے گی ساری دنیا؟ اور کیا کہے گا وہ شریف انسان جو اکثریت میں ہے اور اس ملک میں بستا ہے کہ جو چیز غیر معقول ہے تمہارے اختیار میں نہیں اس کا فیصلہ کرنے کی طرف تم کیوں مائل ہو رہے ہو؟ دنیا کی میں نے پہلے بات کی ہے پاکستان کی بعد میں کروں گا۔ دوسرے دنیا نے یُو این او میں (جس تنظیم سے صرف چند ممالک باہر ہیں) جو ایک Human Rights (انسانی حقوق کے منشور) کا اعلان کیا اور ہر سال انسانی حقوق کے لئے دن منایا جاتا ہے۔ ان حقوق انسانی کے منشور پر پاکستان نے دستخط کئے ہیں اور ان کو تسلیم کیا ہے۔ ان Human Rights ’’انسانی حقوق‘‘ میں یہ کہا گیا ہے کہ دنیا کے ممالک مل کر یہ ضمانت دیتے ہیں کہ ہر انسان کو مذہبی آزادی ہوگی (میں اس وقت عمداً صرف مذہبی آزادی کا ذکر کر رہا ہوں) کس معنی میں مذہبی آزادی ہوگی؟ (جب مَیں پاکستان کی بات کروں گا تو وہاں بیان کرونگا دہرانے کی ضرورت نہیں) چین جیسا ملک جو دنیوی لحاظ سے ایک عظیم ملک ہے ان کا رہنما چیئرمین ماؤ جس نے اپنی ساری عمر اپنی قوم کی بہبودی کیلئے وقف کر دی اور جس کو خدا تعالیٰ نے یہ فراست عطا فرمائی کہ بعض دوسرے کمیونسٹ ممالک کی طرح اس نے یہ

نہیں کہا کہ اخلاق کیا ہوتے ہیں؟ بلکہ اس نے یہ کہا کہ اخلاق ہوتے ہیں اور یہ اخلاق ہیں۔ مَیں وجہ تو نہیں جانتا لیکن جن اخلاق کا انہوں نے نام لیا وہ، وہ اخلاق تھے جو قرآن کریم اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتائے تھے کہ یہ اچھے خُلق ہیں اورانہوں نے کہا کہ ہمارے معاشرہ میں بداخلاقی کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ یہاں تک کہ ایک امریکی صحافی نے جب ایک چینی کارخانہ میں یہ پوچھا کہ نوجوان لڑکے اورلڑکیاں پہلو بہ پہلو کام کررہے ہیں ان کے درمیان کوئی گندے تعلقات تو نہیں پیدا ہوجاتے؟ تو جو چینی صحافی ساتھ تھا اس نے حیران ہوکر یہ جواب دیا کہ یہ کیسے ممکن ہے؟ یعنی ان کے دماغ میں بھی یہ بات نہیں آسکتی۔ گویا وہ دنیوی لحاظ سے اتنا بااخلاق معاشرہ ہے۔

اخلاق کی بنیاد ہمارے نزدیک چونکہ مذہب پر ہے اور اس وقت چونکہ قرآنِ عظیم کی شریعت اور ہدایت ہی حقیقی اورکامل شریعت اور ہدایت ہے لہٰذا تمام اخلاق کی بنیاد قرآن کریم کی ہدایت پر ہے لیکن دنیا کے بھی کچھ اصول ہوتے ہیں اورچین نے اپنے معاشرہ کی بنیاد اچھے اخلاق پر رکھی اور جواخلاق اس کے ذہن میں آئے وہ وہی اخلاق تھے جن پر اسلام نے زور دیا(فرشتوں نے اس کے ذہن پر القاء کیا ہوگا) کیونکہ ہماری زندگی اوراس کا ہرلحہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، اس سے باہر تو نہیں جاسکتے۔ ایک خاص دائرہ میں اختیارتو دیا گیا ہے۔ وہ لوگ خدا کوتو نہیں مانتے لیکن ان کا دماغ اس صداقت کو پا گیا کہ یہ نامعقول بات ہے کہ ہم کوئی قانون بنا کرکسی کوان اعتقادات سے روک دیں گے جن کا وہ اعلان کرتا ہے۔

آخر میں مَیں اپنے دستور کولیتاہوں ہمارا موجودہ دستور جوعوامی دستور ہے، جو پاکستان کادستور ہے۔ وہ دستور جس پر ہمارے وزیراعظم صاحب کو بڑا فخر ہے،وہ دستور جو ان کے اعلان کے مطابق دنیا میں پاکستان کے بلند مقام کوقائم کرنے والا اوراس کی عزت اوراحترام میں اضافہ کا موجب ہے، یہ دستورہمیں کیا بتا تا ہے؟ اس دستور کی ۲۰ ویں دفعہ یہ ہے:-

(a) "Every citizen shall have the right to profess, practise and propagate his religion, and

(b) Every religious denomination and every sect

thereof shall have the right to establish, maintain and manage its religious institution."

(The constitution of the Islamic republic of Pakistan 1973 page 22 & 23.)

اس کا مطلب یہ ہے کہ پاکستان کے ہر شہری کو ہمارا یہ دستور جو ہمارے لئے باعثِ فخر ہے یہ ضمانت دیتا ہے کہ جو اس کا مذہب ہو اور جس مذہب کا وہ خود اپنے لئے فیصلہ کرے وہ اس کا مذہب ہے (بھٹو صاحب یا مفتی محمود صاحب یا مودودی صاحب نہیں بلکہ) جس مذہب کے متعلق وہ فیصلہ کرے وہی اس کا مذہب ہے اور وہ اس کا زبانی اعلان کر سکتا ہے۔ یہ دستور اسے حق دیتا ہے کہ وہ یہ اعلان کرے کہ میں مسلمان ہوں یا نہیں اور اگر وہ یہ اعلان کرے کہ میں مسلمان ہوں تو یہ آئین جس پر پیپلز پارٹی کو بھی فخر ہے (اور ہمیں بھی فخر ہے اسلئے کہ یہ دفعہ اس میں آ گئی ہے) یہ دستور کہتا ہے کہ ہر شہری کا یہ حق ہے کہ وہ اعلان کرے کہ مَیں مسلمان ہوں یا مسلمانوں کے اندر میں وہابی ہوں یا اہل حدیث ہوں یا اہل قرآن ہوں یا بریلوی ہوں (وغیرہ وغیرہ تہتر فرقے ہیں) یا احمدی ہوں تو یہ ہے مذہبی آزادی۔ مذہبی آزادی سے مراد آج کا انسان یہ لیتا ہے کہ ہر انسان کا اپنا کام ہے یہ فیصلہ کرنا کہ وہ مسلمان ہے یا نہیں ہے عیسائی ہے یا نہیں ہے، یہودی ہے یا نہیں ہے، ہندو ہے یا نہیں ہے، بدھ مذہب والا ہے یا نہیں ہے یا دہریہ ہے یا نہیں ہے۔ یہ اس نے اعلان کرنا ہے کہ میرا کس مذہب سے تعلق ہے اور دنیا کی کوئی طاقت بلکہ دنیا کی ساری طاقتیں مل کر بھی اس کا یہ حق نہیں چھین سکتیں۔ یہ اعلان کرتا ہے ہمارا آئین۔ پہلے یُو۔این۔ او نے اعلان کیا اور اب ہمارا آئین یہ اعلان کرتا ہے کہ ہر شخص کا یہ حق ہے کہ وہ اعلان کرے کہ میں مسلمان ہوں اور اپنے عقائد کے مطابق وہ عبادات بجا لائے اور زندگی کے دن گزارے مثلاً ایک احمدی کہے گا کہ میں نماز پڑھوں گا پانچ وقت ہاتھ باندھ کر، ایک مالکی کہے گا کہ میں پانچ وقت نماز پڑھوں گا اور ہاتھ چھوڑ کر پڑھوں گا اور شیعہ اپنے مذہب کے مطابق کہے گا۔ تو مذہب کے متعلق بھی اس کو حق ہے کہ وہ کہے کہ میرا کونسا مذہب ہے۔ وہ کہے گا میرا مذہب اسلام ہے مگر یہ اس کا حق

ہے کہ وہ آئین کے مطابق کہے کہ میں شیعہ مسلمان ہوں۔ میں سنی مسلمان ہوں یا سنیوں میں سے آگے دیو بندی یا بریلوی یا اہل حدیث یا وہابی مسلمان ہوں یا کسی اور دوسرے فرقے سے میرا تعلق ہے (کہتے ہیں فرقے تہتر ہی رہتے ہیں کچھ مٹ جاتے ہیں اور کچھ نئے پیدا ہو جاتے ہیں) تو مذہبی آزادی کا ایک مطلب یہ ہے کہ اس کو یہ آزادی ہے کہ وہ یہ کہے کہ میرا یہ مذہب ہے اور اس میں دنیا کی کوئی طاقت، کوئی حکومت دخل نہیں دے سکتی اور اس کا قانونی اور دستوری حق ہے کہ وہ اپنی زبان سے یہ فیصلہ دے کہ میرا فلاں فرقے سے تعلق ہے اور اپنے اعتقاد کے مطابق میں اپنی عبادات بھی بجا لاؤں گا اور اپنی زندگی بھی گزاروں گا۔ پھر اس کا یہ حق ہے کہ اپنے اعتقاد کے مطابق وہ تبلیغ کرے اور قانون یہ کہتا ہے کہ اس طرح تبلیغ نہ کرو کہ فساد پیدا ہو۔ قانون یہ کہے گا کہ دوسرے کی طرف جھوٹے اعتقادات منسوب نہ کرو قانون یہ کہے گا جس فرقہ سے تمہارا تعلق ہے جس مذہب سے تمہارا تعلق ہے وہ مذہب تمہیں کہتا ہے کہ تم بدزبانی نہ کرو تو بدزبانی نہ کرو۔ وہ کہے گا جوش میں نہ آؤ تو تم جوش میں نہ آؤ لیکن وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ تم تبلیغ کرو ہی نہ۔ کیونکہ Propagate کا مطلب ہی یہ ہے کہ اگر دلائل کسی کو گھائل کریں تو اس کو اس بات کی بھی اجازت ہو کہ وہ ان دلائل کو Profess کرنے کا اعلان کرے یعنی Propagate کا تعلق پھر Profess کے ساتھ ہو جائے گا اور شق (B) یہ ہے کہ ہر مذہب اور مذہب کے ہر فرقہ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے مذہبی اداروں کو قائم کرے، ان کا انتظام کرے، ان پر خرچ کرے اور جو دیگر انتظام ہیں وہ کرے۔ ہمارا دستور ہماری حکومت کو یہ اجازت نہیں دیتا کہ وہ یہ فیصلہ کرے کہ احمدی مسلمان ہیں یا نہیں؟ ہمارا دستور ایک احمدی کو یہ حق دیتا ہے کہ وہ یہ اعلان کرے کہ میں مسلمان ہوں اور حکومت پاکستان کو اس کے بعد یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کہے کہ یہ مسلمان نہیں۔ حکومت پاکستان کو یہ حق ہے کیونکہ ہم یہ Profess کرتے ہیں (اس عقیدہ کا اعلان کرتے ہیں کہ ہم احمدی وہابی نہیں) کہ قانون بنائے کہ جماعت احمدیہ وہابی نہیں ہے۔ حکومت کا یہ حق بنتا ہے کہ وہ یہ کہے کہ احمدی شیعہ نہیں ہیں۔ حکومت کا یہ حق بھی ہے کہ وہ یہ کہے کہ احمدی اہل حدیث نہیں، دیو بندی نہیں، بریلوی نہیں۔ یہ نہیں وہ نہیں۔ جس کا ہم نے انکار کیا ہے وہ انکار ہماری طرف

منسوب کر کے اس کا انکار کرے اور جس کا ہم نے اقرار کیا ہے وہ ہماری طرف منسوب کر کے اقرار کرے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے متعلق یہ اعلان کیا کہ ہم ''احمدیہ فرقہ کے مسلمان'' ہیں۔ ایک جگہ آپ نے انہی الفاظ میں یہ جملہ بولا ہے ''احمدی فرقہ کے مسلمان''۔ ساری دنیا کے احمدی کہیں گے کہ ہم احمدی فرقہ کے مسلمان ہیں اور دنیا کی کوئی حکومت یہ حق نہیں رکھتی کہ وہ یہ کہے کہ تم احمدی فرقہ کے مسلمان نہیں ہو۔

پس ہزار ادب کے ساتھ اور عاجزی کے ساتھ یہ عقل کی بات ہم حکومت کے کان تک پہنچانا چاہتے ہیں کہ جس کا تمہیں انسانی فطرت نے اور سرشت نے حق نہیں دیا، جس کا تمہیں دنیا کی حکومتوں کے عمل نے حق نہیں دیا، جس کا تمہیں یُو۔این۔او کے Human Rights نے (جن پر تمہارے دستخط ہیں) حق نہیں دیا، چین جیسی عظیم سلطنت جو مسلمان نہ ہونے کے باوجود اعلان کرتی ہے کہ کسی کو یہ حق نہیں کہ کوئی شخص Profess کچھ کر رہا ہو اور اس کی طرف منسوب کچھ اور کر دیا جائے۔ میں کہتا ہوں میں مسلمان ہوں، کون ہے دنیا میں جو یہ کہے گا کہ تم مسلمان نہیں ہو۔ یہ کیسی نامعقول بات ہے۔ یہ ایسی نامعقول بات ہے کہ جو لوگ دہریہ تھے انہیں بھی سمجھ آ گئی۔ پس تم وہ بات کیوں کرتے ہو جس کا تمہیں تمہارے اس دستور نے حق نہیں دیا جس دستور کو تم نے ہاتھ میں پکڑ کر دنیا میں اعلان کیا تھا کہ دیکھو کتنا اچھا اور کتنا حسین دستور ہے۔ آج اس دستور کی مٹی پلید کرنے کی کوشش نہ کرو اور اس جھگڑے میں نہ پڑو اسے خدا پر چھوڑ دو کیونکہ مذہب دل کا معاملہ ہے۔ خدا تعالیٰ اپنے فعل سے ثابت کرے گا کہ کون مومن اور کون کافر ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں بھی جب اس قسم کے شور پڑتے تھے تو آپؑ نے ایک جگہ لکھا ہے کہ یہاں کیوں شور مچاتے ہو امن سے، آشتی سے اور صلح سے زندگی گزارو۔ جب ہم اس دنیا سے گزر جائیں گے اور خدا تعالیٰ کے حضور پیش ہوں گے تو خود پتہ لگ جائے گا کہ کون مومن؟ اور کون کافر؟

(روزنامہ الفضل ربوہ ۲۳؍جون ۱۹۷۴ء صفحہ ۱ تا ۸)